

میڈیا اب پروفیشن ہے مشن نہیں: سوپن داس گپتا

”کیا میڈیا نے اپنا اعتبار کھو دیا ہے“ کے موضوع پر ممتاز صحافی پدمابھوش سونپن داس گپتا کا شعبہ ترسیل عامہ و صحافت کے طلباء سے خطاب میڈیا پر کسی بھی قسم کی پابندی مشکل امر۔ قواعد انڈسٹری کو خود بنانے ہوں گے۔ اسے صرف ناظرین کاریبٹ ہی کنٹرول کر سکتا ہے

صحافت کے ڈین و صدر پروفیسر احتشام احمد خان نے اختتامی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ صرف میڈیا پر سوال کھڑا کرنے مناسب نہیں بلکہ ہمیں اس میں کام کرنے کا والے صحافیوں پر بھی بات کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر وہ کسی مخصوص نظریہ کی یہ فروغ دینے اور ایک دوسرے فرقے کے خلاف زہر فتنی کا ذہن رکھتے ہوں تو کہا کہ پھر کیا کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ای ٹو ڈی میں اپنے تجربات کی روشنی میں یہ بات پورے ثائق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ میڈیا میں کام کرنے کی پوری آزادی میں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس میں کام کرنے والے افراد کسی قسم کی جانبداری کے بجائے میڈیا کے اصل روح کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کریں۔ اس سے قبل پروگرام کا آغاز شعبہ کے سال آخر کے طالب علم اسد وقار کی تلاوت قرآن سے ہوا۔ یونیورسٹی کے رجسٹریاریکے اے سکندر نے مہمان کا تعارف پیش کرے اور نظمت کے فرائض ڈاکٹر محمد فرید یاد نے انجام دیئے۔ اور آخر میں اظہار شکر کے کلمات جناب محمد مصطفیٰ علی سروری نے ادا کیا۔ اس موقع پر ڈاکٹر کے پیشگھ، فینانس آفیسر، یونیورسٹی کے دیگر اسٹاکلارس طلبائی و طالبات کے علاوہ عنایت یونیورسٹی اور یونیورسٹی آف کیمیاء بھی ممتاز ہوتی۔ اپنے خطاب کے آخر میں موصوف نے دلوک انداز میں کہا کہ ہندوستانی میڈیا کی بنیاد جن چیزوں پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کا غماز ہے کہ اب یہ ہنگامہ آرائی زیادہ دونوں تک نہیں چل سکتی اور میڈیا میں تبدیلی آئی گی اور یہ سب ختم ہو جائے گا، انہوں نے کہا کہ اصل مقابلہ کے انگار تو اب ہوگا جب سوچ میڈیا کا کمرشیل پہلو شروع ہوا ہے۔ خطاب کے آخر میں سوال و جواب کا سلسہ لمحہ بھی چلا میڈیا کے چوتھے ستوں ہونے کے جواب میں جہاں موصوف نے یہ کہا کہ اب میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستوں نہیں بلکہ میڈیا کے علاوہ جمہوریت کے آٹھ دس اہم ستوں قائم ہو گئے میں تو انہوں نے ایک دوسرے سوال کہ انسانیت سوز واقعات کی کورٹ کے بجائے میڈیا یا سلیبریٹیز کا ایسا ہو گیا ہے کہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ میڈیا ویسی دکھاتا ہے جو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں شام کی غانہ جنگل پر یہی بی کی کورٹ کو کون دیکھنا چاہتا ہے لیکن سری دیوبی کی موت کی کورٹ کو جیسا ہے کہ جیسا کہ اپنی ملی ہے۔ صدر اوقیانی کلمات پیش کرتے ہوئے پروفیسر شکیل احمد پرو اس چانسلر نے کہا کہ اعتبار چاہیے میڈیا کا ہو یا عدالتی کا برقرار رہنا تھکنگم جمہوریت کے لئے بہتر ضروری ہے۔



سیاست کے زیر اثر ہے۔ انہوں نے بتایا کہ الگ الگ زبانوں کا اثر الگ الگ ہوتا ہے۔ ہندوستانی زبانوں میں مبالغہ آرائی کا استعمال زیادہ جبکہ انگریزی صحافت میں یہ بات کم پائی جاتی ہے، انگریزی اخبارات کی رسالی نہیں ہے لیکن وہ اثر رکھتے ہیں۔ انہوں نے عوامی خصلت اور مزاج کی جانب بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمارا مزاج کیسا ہے، ہم جو چاہتے ہیں چینلوں پر بولتے ہیں جس قسم کا ڈبیٹ چینلوں پر کیا جارہا ہے کیا آپ کو لگتا ہے کہ اس میں عوامی مزاج کا کوئی کردار نہیں ہے۔ انہوں نے میڈیا گھانوں کی ترقی کو ملک کی اقتصادی ترقی سے تعіیر کیا اور کہا کہ اگر ملک میں ترقی کی رفتار جو تو ہوتی تو ملک میں ترقی کی رفتار جو تو ہوتی تو ملک

مالکین میڈیا میپنی اپنی تجارت کی غرض سے
چلاتے ہیں ان کے لئے میڈیا کوئی جیرٹی
نہیں ہے اس لئے جو کچھ بھی وہ دھکاتے
ہیں وہ اشتہارات کو مد نظر رکھتے ہوئے
ہوتا ہے۔ میڈیا کو ناظرین، تاریخیں اور
سامعین کے علاوہ کوئی اور کنشروں نہیں
کر سکتا انہوں نے صحیح خبروں تک راستی
کے لئے بیسوں کے خرچ کی ضرورت پر
زور دیتے ہوئے مفت میں غیر جاندار
خبروں کے حصول کی خواہش اور امید کو ہیچ
قراد۔ انہوں نے تاریخ کے خواہیں سے
کہا کہ میڈیا اور سیاست کا شروع سے ہی
قریبی رشنہ رہا ہے 1947ء قبل ہمارا
ہندوستانی میڈیا آزادی کی تحریک کا
علمبردار تھا توہین انگلش میڈیا برطانوی
سیاست کو صحیح طور پر تھا۔ یہ اثر آہستہ
آہستہ کے ہوا۔ اب مٹا ایک الگ قسم کی

پر آج سوال ہے تو میلنا لوگی کی
بیجا دات و اکتشافات نے سوچ میڈیم
تھم دیا اور سوچ میڈیا بنے بے آزار
اوائزی اس نے ہر ایک کو باختیان
میڈیا کے دن وے کمیونیکشن پر
کرتے ہوئے دو طرف کمیونیکیشن کی
ذالی۔ اس کے باعث ہر ایک شخص
پہنی رائے کے اظہار کے لئے
ملیٹ فارم مل گیا اور جیسے ہی سوچ
نے زور پکڑا میڈیا کے وقار پر مرید سوا
کھڑے ہو گئے۔ پدمابھوش نے
خطاب میں کہا کہ میڈیا کے جواب دے
لطے کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، کسکے
تھم کے ایکشن کی صورت میں جہاں ا
رائے کی آزادی کا منسلک درپیش۔
بیل میڈیا یا اسیز کے مالکین کسی بھی
بینیشنی کو اپنا تقصیان تصور کرتے ہیں

صرف میڈیا کے لئے نہیں بلکہ آپ جیسے صحافت کے طالب علموں کے مستقبل پر بھی سوالیہ نشان لگاتا ہے۔ انھوں نے بڑے صاف انداز میں کہا کہ اب جبکہ لوگوں نے میڈیا کے تعلق سے اس قسم کے سوالات کھڑے کرنے شروع کر دیئے ہیں تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تم دیکھیں یہ سوال پیدا ہی کیوں ہوا انہوں نے کہا کہ شروع میں صرف پرنٹ میڈیا کا زمانہ تھا اور اس کا دائرہ سماج میں محدود اور خصوصی تھا عام لوگوں تک اس کی رسائی نہیں تھیں اور چاہ کبھی خواندہ ہونے کی شرط کی وجہ سے اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن الکٹرونک میڈیا نے اس دائرہ کو ختم کر دیا اور یہ ایک عوامی میڈیا کی حیثیت سے سامنے آیا اس کا دائرہ ہر ہستی و سیع تھا، عام لوگوں کے لئے بھی اس کو سمجھنے میں کوئی روکاٹ نا تھی۔ جیسے جیسے الکٹرونک میڈیا کی توبیخ ہوئی اور عوام الناس میں اس کی رسائی جتنی بڑھی اس سوال نے جنم لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ یہی وجہ ہے کہ پچھلے کچھ دونوں میں میڈیا کے کو دار پرسوال کھڑے ہوئے ہیں لیکن اگر کچھ میڈیا نے اعتبار کھویا ہے تو کچھ نے اپنا وقار قائم بھی کیا ہے۔ لہذا اس بات کا تعین ضروری ہے کہ کس میڈیا نے اپنا مقام کھرا ہے؟ اگر الکٹرونک میڈیا کو مقام کے مستقبل سروالیہ نشان سے تو اس کے

تخلیقی مزاج طلبہ کے لئے صحافت پر کشش پیشہ

سید بشارت علی کا شعبہ تریں عالمہ و صحافت کے طلبہ سے خطاب



نے کہا کہ جدید لیکن الوحی کی ایجادات نے اپنی بات کہنے کے لامدد و ذرائعوں کو متعارف کرایا ہے ضرورت صرف نذرائعوں کا صحیح استعمال کرتے ہوئے سماج کے اہم سائل اجاگر کرنے کی ہے انہوں نے کہا کہ آج سارے آس پاس ایسے حساس واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں کہ جن پا ایک طالب علم اس کے سارے بلوؤں کا احاطہ کر کے اچھی صحافت کی مثال قائم کر سکتا

جامعة الملك عبد الله

 <p>میں اپنا کیریئر بنا سکیں</p> <p>قدار، مہارت اور علم کو مفروغ دینے کیلئے</p>
<h2>یوجی کورس</h2> <p>بیاے (آزس) جرزاں و ماس کمپنی نیشن</p>
<p>پی جی کورس</p> <p>ایم اے (جنزاں و ماس کمپنی نیشن</p>
<p>15 طلبہ کیلئے سو فیصد کارلشپ</p> <p>چدیا آکات سے لیس شعبہ</p> <p>داخلی کی خارج کرتے ہوئے گئے لانگ کو میں</p>
<p>90 نیمنڈ پلیسٹیک ریکارڈ</p> <p>داخلی کی آخری تاریخ 09/07/2018</p> <p> داخلی کیلئے خوبی دیجئے گئے لانگ کو میں</p>
<p>http://www.manuucoe.in/OnlineAdmission/Index.php</p> <p>شعبہ تریم عالم و صاحافت مولانا آزاد نیشن اردو یونیورسٹی کی ہے اولیٰ تھیڈ آڈیٹ لیگن 500032</p>



ماس کمپنی ٹریننگ
سوسائٹی

پی جی کورس

<p>15 طلب کیلئے سو فیصد اسکار ارشٹ جدید آلات سے لس شعبہ</p>	<p>90 نینصہ پلاسٹک منہ ریکارڈ داخلی آخوندگانہ تاریخ 09/07/2018</p>
<p> داخلی آخوندگانہ خود بچے کے لئے کھلیں http://www.manuucoe.in/OnlineAdmission/index.php</p>	

Gyming all the way in MANUU A Look into the Girls' Hostel



Students of MANUU are making use of the gym.

Picture Courtesy: Mohd. Talha Abbasi.

by Mohammed Rahman Pasha.

An increasing number of students are using the facilities at the gym says instructor at MANUU

'My life has changed ever since I joined the gym', says a student of Polytechnic Second Year. He claims physical exercises have heavily impacted his academical performance in a positive way. Here at MANUU the management has provided the esidential students and day scholars with stupendous facilities of outdoor and indoor games and a well-equipped gymnasium.

The Izhaar team observed the importance of physical fitness as shown by the time spent by MANUU students on training and fitness even with burdening course works. 'I spend around two

hours for my physical well-being. It helps me focus on my goals, improves my memory and keeps me agile', says a B Tech student, who spends one hour slow running and one hour at the gym on a daily basis. Many of the youth at MANUU use the gym out of hobby for bodybuilding, some out of health consciousness and others for competition. Most of the users Izhaar spoke to revealed health consciousness as the prime motivation for using the gym. 'There are hundreds of students who are benefiting from the gym and the number is increasing week after week. There is a positive growth in the number of students using the gym', says Mr. Azeem smilingly enthusiastically.

Mohammed Tawheed Khan who is a B. Tech., student

say they intend to participate in the bodybuilding competitions as the reason for frequenting the gym. Others that Izhaar spoke to say that good academical performance and physical well-being go together.

Seemab Azeem acknowledges the fact that physical fitness is a great boost to a good performance in academics and eagerly cites reports published in newspapers for the same. 'Most students come with the intention of bettering their academical performance and building self-confidence', he says. Speaking of the equipment at the gym, Mohammad Tariq Anwar says, 'The equipment in the gym is second to none'. He is fond of exercising at the gym daily.

The gym available at MANUU is benefiting of all students. Izhaar saw a regular user at the gym was advising others about using the gym equipment and religiously extolling the virtues of nutritionally sound food supplemented with milk and fruits. 'Build up your appetite', he was proclaiming

(Translated by Amena Tuz Zehra)

By Musheera

'Gym helps me to keep myself fit and mentally active, and it also enhances my academic outcome', says Shanelha Tarannum, pursuing PhD. 'Exercise helps to maintain proper blood circulation and keeps the body flexible', she adds. Being healthy certainly leads to feelings of happiness, and having a body you are proud of will certainly give an extra bit of confidence. Like in most of the central universities the girls' hostel of Maulana Azad National Urdu University also has a separate area with electronic and manual exercising equipment. The gym is fully equipped with different types of machineries including treadmills, dumbbells, joggers, fitness cycles, abdominal exercisers, 10.5

tle bit of work out is a pleasure. Aarfa Sumbul, a student of BSc 3rd year plays badminton in the university and is guided by her coach Mr. Zia Rahman. When she first went to the gym she felt body pain but her coach told her to continue the exercise and now she is regular in the gym. 'Gym helps me build stamina for my badminton game' she says. Exercises boosts brain power, melts away stress and gives you energy. The gym earlier associated with boys who want to look muscular and have six packs has had a profound impact on the girls too. With the changing lifestyle gym has become the daily routine for many. Shama Naj, student of MSc Mathematics is not a regular member, but she goes at least once or twice a week. 'I want to go to the gym but



leave due to the timing, because 6 pm to 7 pm is my library time', she says.

A girl from the English department, who prefers to be anonymous, ruefully says, 'In this era people want to see girls with thin bodies and society links beauty with fitness. If you go skinny, it means you are not healthy and people don't appreciate woman who goes to extremes on either end of scales', she added.

From time to time, regular awareness programmes and sports activities are organised in Maulana Azad National Urdu University. One such recent initiative was a 2K walk in 2017 which was organised specifically for the girl students and women staff of the university. Presently the hostel gym lacks a female trainer. Having one will attract more girls to come to gym and inspire many more others to make out time for their health and fitness.

Renowned philanthropist visits MCJ Dept.

By Musheera

Renowned architect and philanthropist Syed Basharat Ali who has worked extensively with the under-privileged visited the Department of Mass Communication and Journalism for an interactive session with the students and faculty members. Syed Basharat Ali Sahab completed his studies from Osmania University and has also taught there for some period.

With his carefree attitude, the lectures turned into an interactive session with Mr. Basharat actively solicited questions from the students. He said that

as profession journalism was indeed a noble one and must continuously strive to work for the welfare of the society. In his relaxed interaction with the students, he emphasized on a friendly talk rather than a stiff lecture. Underlining the need of an hour Mr. Basharat told the students to have an active presence on Twitter and Facebook and be more socially responsive to issues affecting them. 'It is important to connect with the much wider world and as students of journalism it is imperative that you engage with a range of is-

sues', he said.



He warned that the credibility of the media was being questioned and it was necessary to be on the lookout for fake news which had become a menace online. 'Forces inimical to the nation were working overtime to spread hatred and propaganda and it was necessary to be on guard against them' he said. 'It is necessary to reestablish the trust between the people and the media', he pointed out. He suggested the students to be aware about what was happening around the world. Mr. Basharat said that need of the hour was to have a think-

ing, analytical mind and a good command over the three languages of Hindi, English and Urdu, besides the language of the state.

He advised the students to watch news programmes and current affairs regularly. His very inspiring lecture had a great impact on students as well as teachers, and his motivating thoughts captured the minds and hearts of the students. Students of the department were delighted to meet him and promised to put in their efforts and fulfill their as well as their parents' dream by being sincere towards their goal.

64% took admission in MANUU on friend's advice: Survey

By Musheera, AmenaTuz
Zehra & Iqbal Lone

How popular is the University within its core constituency? How long have people known about the University before seeking admission? What or who influenced students and scholars to seek admission here? Where did they first hear about MANUU? These were some of the questions that Izhaar sought to find out. A questionnaire was drawn and a survey conducted. We spoke to more than 200 students. The results were anything but predictable. We present you this exciting survey report!

Guess what the surprise is? Most of the students of MANUU heard about it from their friends' circle. Yes, you heard it right! 45% of the respondent claimed that they heard about the University from their peer group. Close to one out of every two

students rang up their friends, when they were seeking admission in MANUU.

'I can relate to my friends and being from the same age group it helps', reasoned Mr. Shahrukh enrolled for diploma in of Polytechnic.

One respondent reasoned that he looked upon friends even when making consumer choices!

We also came across students who came for admission with their friends in large groups and each one ended up in an altogether different stream. A friend in need is a friend indeed!

The University's website came in handy for 23% of the respondent. Roughly one in every four respondents had looked up on the website to find out about the University. All the more reason

to continuously update it!

The immediate family came in a poor third!

Only 19% of the respondents said that they heard about the university from their family. Why we asked? A respondent prefer-

of the respondents claimed that they heard about MANUU from their immediate relatives. 'I live in a nuclear family and my first cousins live in another town. We meet but only occasionally', said Ms. Shafia.

Our next question was related to the previous. Izhaar asked respondents if they sought any additional information before taking the final plunge at MANUU, and if so they from whom?

MANUU students scratched their heads to recall. Almost everyone Izhaar spoke to, had

a tale to tell! 'It was a long time back. I don't recall', said a research scholar who completed his Master's and is currently enrolled for research. We helped them out with options and 50% of the re-

spondents said they sought additional information about the university from friends.

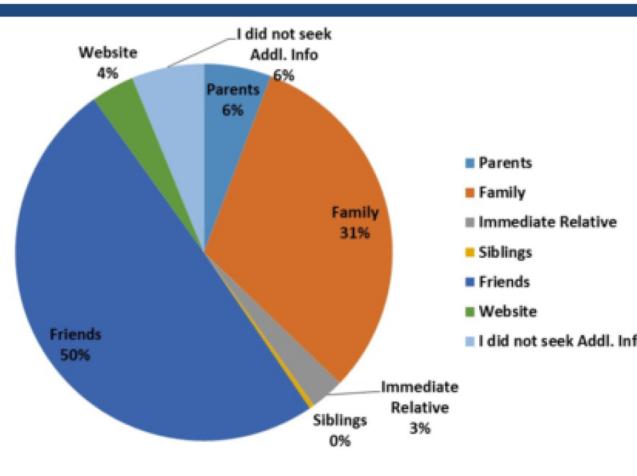
For students, the immediate family is a secondary source of information, not primary!

Around 40% of the respondents claimed they sought more information from their parents, families and their immediate relatives.

While the university's website served as a primary source of information for 23% of the respondent.

Surprisingly, there were about 6% of the respondents who said that they did not sought any additional information about the university! Once they had gathered primary information, students usually moved to other sources of information to supplement it, primarily through friends and families.

For additional information, the university's website came in as an option for just 4% of the respondent!



Meet the English Department: Rising Star of the South

By Musheera



'English is a window to the world. Being a global language, the demand for English is really high', says Mr.S.Omprakash assistant professor in the English department. A commitment to imparting education and training of national standard and persistence in striving for excellence in an effort to reach the ultimate goal of meeting international standards in English Studies is the aim of the prestigious English Department at Maulana Azad National Urdu University.

The department of English was established in 2004. As of now, it offers MA, MPhil and PhD programmes in the English language and literature. The Department celebrates literary and linguistic contributions in English through its M.A. programme and stands up for generating knowledge through its MPhil and PhD programmes. The Department trains its students in humanist traditions with emphasis on intellectual tolerance. It is one of the advanced centres of literary and linguistic learning in the country. Professor and former Head of the Department Dr. Syed Mohd Haseebuddin Quadri says, 'One of the primary objectives of the department

is to give encouragement to bilingual research in English and Urdu and equal importance is laid towards the British, Indian, American and the New literature so that an integrated literary and linguistic interdisciplinary research is carried out and an honest contribution can be made in the wider academic world'. Catering to the growing need of the English language in the post globalized world, the department is trying to reach out to its core constituency by designing and implementing short term, need-based courses in English.

'Skill enhancement courses for the students of all the other departments are carried out in English department. Classes for these types of courses are held twice / thrice a week depending on the schedule and the department also runs a proficiency course for the students of other department which is not a credit based course and the classes are held on Wednesday, Thursday and Friday', said professor Dr. Shugufta Shaheen who is the present Head of the department.

She adds, 'Besides a short play is also performed by the students of English department every year to understand and learn from the life of the great visionary Maulana Azad. To popularize the works of this great soul, the department boasts of a unique feature. It has a compulsory paper on the life and times of Maulana Azad and his literary achievements. However, the main focus of the department is and continues to be to promote English amongst the vast majority of Urdu speaking students', she emphasized.

Penning a book? Have a Rethink.

By Iqbal Lone & Amena Tuz Zehra

In the last academic year, faculty members in their various capacities at MANUU wrote an amazing number of publications. We spoke to a select few and asked them to share their experience about the whole gamut of book publishing – from conceptualizing to revising to publishing.

On conceptualizing a Book:

Most of the faculty members Izhaar spoke to emphasized on conceptualizing first. 'Intention and hard work are the key ingredients to a quality book. One must move forward with the intent to achieve while dedicating ample time to your writings. Time, here, plays a very vital role in determining the quality of your work. One must realize that a good book must be written in no less than a year's time. Some might utilize two years and some, even more. The thing is, quality needs time', says Dr. K R Iqbal Khan, Director of Distance Education.

'Planning should be started very early. Your mind should have a blueprint about the subject and a rough frame of the entire work. Every book has a different duration of completion' says FasalUIRehman . 'Some subjects might take longer due to their depth. Even a

normal book, should take at least a minimum time of 6 months and nothing less than that. Hastiness compromises the quality of your work' he adds.

'If we write regularly a quality book it takes 4-6 months to it. I write one hour daily but a writer doesn't have any particular time to write. Sometimes a writer can scribble for 4-5 hours a day but sometimes not even write a single minute', laments Dr. Shadat Shareef, Assistant Professor at the Dept. of Commerce.

'It takes minimum 3 years to complete a qualitative book', says Dr. Shugufta Shaheen, the Head of the Department of English. 'I have a lot of other duties, so I am unable to write regularly. Sometimes we just don't have the right mood to write. This is a type of writer's block', she bemoans.

According to Dr. J.V Ratnakar, 'the time frame of a book depends upon the number of pages, the topic you have chosen', he elaborates. Dr. Shahida said, 'I write on my interest that is areas like women's issues, human rights'.

On planning a Book:

According to Dr. K R Iqbal Khan, 'a book should be planned according to the relevance and compatibility of work that honors the audience that we're targeting

to entreat. We must shape our work to their (reader's) taste and that brings in quality and public appeal, bringing in more readers'.

Prof. FasalUIRehman says, 'the content of writing should reflect mastery in the subject. You have to anchor your works towards the presentation of the book, type of audience you're targeting and which group which will benefit the most from your book. The language in your works shouldn't be very sophisticated, and at the same time not very simple or colloquial, which in turn might represent poor quality of work'.

'First of all, we should know the needs and interest of readers. Secondly, we should start research and collect material', says Professor Dr. Shugufta Shaheen. While Dr. J.V Ratnakar says 'plan is very basic need for every step. So we have to plan before write a book. I plan how to collect material for the area, where I have to write'.

'You have to have immense knowledge on the subject that you'll be writing about', elaborates Dr. Shahida. 'There should be a blend of perspective in your writing, a subject and a goal that can inspire. If I'm writing on history, I try to link and relate it to either women or human rights', she adds.

مولانا آجڑا نے شنال ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી મેં સોશલ મીડિયા પર સર્વે

64 પ્રતિશત વિદ્યાર્થી કક્ષાઓં મેં કરતે હૈ સોશલ મીડિયા કા ઇસ્તેમાલ જનસંચાર વિભાગ કે સર્વે મેં ચૌકાને વાલે તથ્ય

હૈદરાબાદ, (ઇજાર ટીમ)। લગભગ દો દશક મેં હર રોજ મીડિયા કા નયા સ્વરૂપ દેખેનો કો મિલા, લેકિન મીડિયા કે મૈદાન મેં ક્રાંતિ તબ આયી જબ સોશલ મીડિયા કા વિસ્તાર હુઅ। જહાં મીડિયા મેં ચંદ લોગો કો હી અપની બાત રખેનો કી આજાદી થી। વહી આમ જનતા કે પાસ અપની બાત રખેનો કે લિએ કોઈ મંચ નહીં થા। બલ્કિ અગર યે કહા જાયે કી આમ ઇસાનોં કો બહુત સારી સૂચનાવો સે વંચિત રખા જાતા થા। એસે મેં આમ જનમાનસ કો સોશલ મીડિયા ને ઐસા મંચ પ્રદાન કિયા હૈ જિસસે હર કોઈ અપની બાતોનો કો આસાની સે દુસરે લોગોનો તક પહુંચા સકે। વહી મંચ ફેસબુક, વ્હાટ્સએપ, ઇમો, યૂટ્યુબ, ટ્વિટર કે રૂપ મેં હમારે જિન્ડની મેં કાફી અન્દર તક પૈઠ બના ચૂકા હૈ। ઇન સોશલ નેટવર્કોની કા વિસ્તાર સે માનો મીડિયા મેં ક્રાંતિ આ ગયી। આજ ભારત મેં યુવાઓની કી બડી સંખ્યા સોશલ મીડિયા કા ઉપયોગ કર રહી હૈ। ભારત મેં મૌજૂદા સાક્ષરતા દર 66 પ્રતિશત હૈ। લેકિન સોશલ મીડિયા કા ઉપયોગ કરને વાળોની કી સંખ્યા ઇસસે કહીં જ્યાદા હૈ। ઇસ બાત કા અંદાજા તબ લગતા હૈ જે બંધ ખેત મેં શોષણ કા શિકાર મજદૂર ઔર કિસાન અપને મોબાઇલ ફોન કે કૈમરે સે વિડિયો બનાકર સોશલ મીડિયા દ્વારા સમાજ કો દિખાતા હૈ। ઇસેને ફોરન બાદ

આમ જનતા કી તરફ સે પ્રતિક્રિયાએ આની શુરૂ હો જાતી હૈ। કભી કભી યે પ્રતિક્રિયાએ ડિબેટ અથવા બહસ મેં ભી બદલ જાતી હૈ। આજ સોશલ મીડિયા કી વજહ સે દેશ કા હર એક નાગરિક પત્રકારોની કી શ્રેણી મેં નજર આતા હૈ। ઠીક ઇસી તરફ સે મૌલાના આજાદ નેશનલ ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી મેં પત્રકારિતા એવં જનસંચાર વિભાગ કે વિદ્યાર્થીનો દ્વારા યૂનિવર્સિટી કેન્પસ મેં સોશલ મીડિયા પર કિયે ગાએ સર્વે મેં કઈ ચૌકાને વાલે તથ્ય સામને આપે। ઇસ સર્વે મેં પતા ચલા કી લગભગ 99

પ્રતિશત છાત્ર-

છાત્રાયે સોશલ મીડિયા કા ઉપયોગ કરતે હૈ। ઇને 5 પ્રતિશત એસે ભી હૈ જો હમેશા અંનલાઇન રહતે હૈનું। સર્વે મેં પતા ચલા કી 58 પ્રતિશત છાત્ર-છાત્રાયે તાજા તરીન ઘટનાઓની જાનકારી કે લિએ તો 27 પ્રતિશત સિફ્ટ દોસ્ત બનાને કે લિએ સોશલ મીડિયા કા ઉપયોગ કરતે હૈ। 63 પ્રતિશત છાત્ર સોશલ મીડિયા કા પ્રયોગ મોબાઇલ ફોન પર કરતે હૈ વહીં લૈપટોપ પર સોશલ મીડિયા કા પ્રયોગ કરને વાલોની

કી સંખ્યા 18 પ્રતિશત હૈ। નીંદ ખુલ્લે પર સબસે પહલે સોશલ મીડિયા સ્ટેટ્સ ચેક કરને વાળોની કી સંખ્યા 50 પ્રતિશત હૈ। ઘર મેં દૂસરે લોગોને સે બાત કરને કે લિએ 23 પ્રતિશત ઉત્તરદાતાઓને કહા કી વે ચૈટ કા પ્રયોગ કરતે હૈનું। સોશલ મીડિયા કા અખ્યાંત ઇસ્તેમાલ સે સર દર્દ, ચક્કર, યા આંખોને જલન કી શિકાયત

હૈ કી વે આસાની સે સોશલ મીડિયા કી લત કો નહીં છોડ પાણે। સોશલ મીડિયા કી ખબરોને પર 61 પ્રતિશત છાત્ર ભરોસા નહીં કરતે તો। વહીં 29 પ્રતિશત છાત્ર અપની છોટી મોટી જિમ્પેદારીઓનો કો ભૂલને કે લિએ સોશલ મીડિયા કો દોષી ઠહરાતે હૈનું। કેંપસ મેં ફ્રી વાઈ ફાઈ કે બાવજૂદ 54 પ્રતિશત છાત્ર ડેટા પૈક રીચાર્જ કરતે હૈનું।

ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી મેં પઢને વાલે 61 પ્રતિશત છાત્ર ગ્રામીણ તો 39 પ્રતિશત શહરી પરિવેશ સે આતે હૈનું। ઇન્હી છાત્રોને સે 81 પ્રતિશત ફેસબુક પર હૈ તો વહીં 31 પ્રતિશત ટ્વિટર, 58 પ્રતિશત ઇસે પર તો

યૂટ્યુબ પર 66 પ્રતિશત કી મૌજૂદગી હૈ। અગર દેખા જાયે તો તો સોશલ મીડિયા કે અધિક ઇસ્તેમાલ સે ઉનકી શિક્ષા પ્રભાવિત હો રહી હૈ। સર્વે મેં શામિલ 52 પ્રતિશત નૌજવાન કહતે હૈ કી સોશલ મીડિયા કે ઇસ્તેમાલ સે ઉનકી એકાગ્રતા ભંગ હોતી હૈ। વહીં 65 પ્રતિશત છાત્ર સોશલ મીડિયા કો સમય કી બબદિ માનતે હૈ ઔર ઇસકા ઉપયોગ કમ કરના ચાહતે હૈનું। 63 પ્રતિશત છાત્રોની કહના



ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી મેં રાષ્ટ્રીય સેવા યોજના

મુશીરા અશરફ



ભારત એક વિકાસશીલ દેશ હૈ ઔર કિસી ભી રાષ્ટ્ર કે વિકાસ કે લિએ ઉસ રાષ્ટ્ર કી યુવાશક્તિ કે વ્યક્તિત્વ કા વિકાસ અતિ આવશ્યક હૈ। સમાજ કો સહી દિશા મેં કાર્ય કરને કે લિએ સન 1967 મેં શિક્ષા વિભાગ દ્વારા રાષ્ટ્રીય સેવા યોજના કા શુભાર્મણ કિયા ગયા। રાષ્ટ્રીય સેવા યોજના (એનએસએસ) ન સિફ્ટ યુવા શક્તિ કે વ્યક્તિત્વ કા વિકાસ કરતા હૈ બલ્કિ પૂરી તરહ સે માનસિક એવં સામાજિક વિકાસ હેતુ કાર્યક્રમ એવં ખેલ મંત્રાલય દ્વારા સંવાલિત સક્રિય કાર્યક્રમ હૈ। ઇસકી ગતિવિધિઓ મેં ભાગ લેને વાળે વાળે વિદ્યાર્થી સમાજ કે લોગોને સાથ મિલકર સામાજિક હિત કે કાર્ય કરતે હૈનું। મૌલાના આજાદ નેશનલ ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી મેં ભી ઇસ યોજના કા અપના હી અલગ મહત્વ હૈ। જિસ પ્રકાર 1967 મેં જે એસ એસ શુરૂ હુઅ તો શુરૂઆત મેં ચાલીસ હજાર

વિદ્યાર્થી ઇસકે વાલંટિર્સ થે ઇસી પ્રકાર મૌલાના આજાદ નેશનલ ઉર્ડુ યૂનિવર્સિટી

મેં ભી અલગ-અલગ કોર્સેજ કે તીન સૌ છાત્ર છાત્રાએ એન એસ એસ કે વાલંટિર્સ હૈનું। સાક્ષરતા, પર્યાવરણ સુરક્ષા, રક્તદાન, વૃક્ષારોપણ, સ્વાસ્થ્ય, સફાઈ, આપાતકાલીન યા પ્રાકૃતિક આપદા કે સમય પીડિંગ લોગોની કી સહાયતા આપે। વિદ્યાર્થી જીવન સે હી સમાજ ઉપયોગી કાર્યોની

ન્યૂબિલ્યુનિવર્સિટી

સભી દેશોની તરફ ભારત મેં ભી કર્દી મસલે હૈનું જિનકા હલ આજાદી કે બાંદ ભી નહીં મિલ પાયા ઉન્હી મસાયલ મેં સે એક હૈ બાલ વિવાહ। ભારત મેં લડકિયોની કી શાદી કી ઉઘ્ર 18 સાલ ઔર લડકોની કી 21 સાલ હૈ। યાનિ અગર ઇસસે પહલે કિસી કી શાદી હું હો તો ઉસે બાલ વિવાહ કરાર દિયા જાએના। બાલ વિવાહ કી હું હો તો પરંપરા દુનિયા મેં ઔર ભારત મેં કાફી આંદોલન હો જાતું। અને એને પહલે કિસી કી શાદી હું હો તો ઉસે બાલ વિવાહ કરાર દિયા જાએના। બાલ વિવાહ કી હું હો તો પરંપરા દુનિયા મેં ઔર ભારત મેં કાફી આંદોલન હો જાતું। અને એને પહલે કિસી કી શાદી હું હો તો ઉસે બાલ વિવાહ કરાર દિયા જાએના। બાલ વિવાહ કી હું હો તો પરંપરા દુનિયા મ

भारत में समाचार पत्रों का इतिहास

फरीदुद्दीन

बंगाल हमेशा साहित्यिक कार्यों की एक समृद्ध परंपरा के लिए प्रसिद्ध रहा है। ऐसा लगता है कि मानो बंगालियों के रक्त में ही साहित्यिक मोह है। इस परंपरा से ही कई प्रतिष्ठित स्वतंत्रता के साथ-साथ आजादी के बाद के भारत के संघर्ष के दौरान कई समाचार पत्रों का शुभरंभ किया।

कोलकाता से बंगाल गजट के प्रकाशन के साथ, भारत में अखबार का इतिहास 1780 में शुरू हुआ था। भारत में पहले अखबार का आगमन उस समय की राजधानी पश्चिम बंगाल, कलकत्ता (अब कोलकाता) में हुआ। जेम्स ऑगस्टस हिक्की को "भारतीय प्रेस का पिता" माना जाता है क्योंकि उन्होंने कोलकाता के प्रथम भारतीय समाचार पत्र, 'बंगाल गजट' या 'कलकत्ता जनरल एडवरटाइजर' जनवरी, 1780 में शुरू किया था। यह पहला मुद्रित समाचार पत्र एक साप्ताहिक पत्र था। 1789 में, बॉम्बे (अब मुंबई) के पहले अखबार, 'बॉम्बे हेरल्ड', अगले वर्ष में 'बॉम्बे कूरियर' के बाद दिखाई दिया। बाद में, 1861 में टाइम्स ऑफ इंडिया के साथ इस समाचार पत्र को विलय कर दिया गया। इन समाचार पत्रों ने ब्रिटिश शासन के तहत क्षेत्रों की खबरों को बताया।

भारतीय भाषा में प्रकाशित पहला अखबार बंगाली भाषा में 'समाचार दर्पण' था। इस दैनिक का पहला अंक 23 मई, 1818 को सेरामपुर मिशन प्रेस से प्रकाशित हुआ था। समाचार दर्पण, पहला स्थानीय भाषा लॉर्ड हेस्टिंग्स की अवधि के दौरान शुरू किया गया था। उसी वर्ष, गंगा किशोर भट्टाचार्य ने बंगाली में एक और अखबार प्रकाशित करना शुरू किया,

'बंगाल गजट' 1 जुलाई, 1822 को पहला गुजराती अखबार, 'बॉम्बे समाचार', जो अभी भी अस्तित्व में है। पहला हिंदी अखबार, वृत्त सुधा दर्शन ने 1854 में अपना संचालन शुरू किया। तब से, भारतीय भाषाओं में हिंदी, मराठी, तमिल, मलयालम, तेलुगु, उर्दू और बंगाली भाषाओं में प्रकाशित होने वाली प्रमुख भारतीय भाषाओं में प्रकाशित किया गया था।

समाचार पत्रों के एनआरएस सर्वेक्षण के अनुसार भारतीय भाषा के अखबारों ने आखिरकार अंग्रेजी अखबारों को संभाला। इसका प्रमुख कारण विपणन रणनीति थी जिसे क्षेत्रीय पत्रों द्वारा छापा किया गया था, एनाडु से शुरू किया गया था - रामोजी राव द्वारा शुरू किया गया एक तेलुगु दैनिक। दूसरा कारण बढ़ती साक्षरता दर थी साक्षरता दर में वृद्धि ने क्षेत्रीय पत्रों के संचालन के उदय पर सकारात्मक प्रभाव डाला था। लोगों को अपनी मातृभाषा में पहले उनके राज्य के अनुसार शिक्षित किया गया था, जिसमें वे रहते हैं और आखिरकार, एक साक्षर व्यक्ति जो करने की कोशिश करता है वह पहले से स्थानीय भाषा पढ़ा जाता है और अपने ही इलाके के बारे में ज्ञान प्राप्त करता है। इसके अलावा, समाचार के स्थानीयकरण ने भी भारत में क्षेत्रीय

समाचार पत्रों के विकास में योगदान दिया है। भारतीय क्षेत्रीय पत्रों में एक विशिष्ट राज्य के लिए कई संस्करण हैं जो स्थानीय समाचारों के लिए कागज के साथ जुड़ने के

विदेशी मुद्रा और कमोडिटीज, दुनिया भर की खबरों और संपादकीय और विभिन्न अन्य विशेषताओं के अलावा राजनीति की दुनिया से समाचार लेना। मलयाल मनोरमा केरल से दैनिक, साप्ताहिक, मासिक और वार्षिक प्रकाशन जारी करते हैं। 1988 में तमिल और तेलुगु भाषाओं में शुरू हुआ, अब इसे हिंदी, बंगाली, और अंग्रेजी जैसी अन्य भाषाओं में प्रकाशित किया गया है। विभिन्न प्रकाशनों में, मलयाली मनोरमा डेली का सबसे बड़ा संचालन है, जो प्रतिदिन लगभग 11 लाख 50 हजार प्रतियां बेचते हैं। द टाइम्स ऑफ

इंडिया की स्थापना 1838 में द बॉम्बे टाइम्स और जर्नल ऑफ कॉमर्स द्वारा बेनेट, कोलमैन एंड कंपनी, एक औपनिवेशिक उद्यम था जिसे अब एक भारतीय संगठन के स्वामित्व में रखा गया था। टाइम्स ग्रुप ने द इकोनॉमिक टाइम्स (1 में लॉन्च किया), नवभारत टाइम्स (हिंदी भाषा), और महाराष्ट्र टाइम्स (मराठी भाषा) को प्रकाशित किया। अखबारों ने समाचार एजेंसियों से अपने समाचार एकत्र किए। भारत में चार समाचार एजेंसियां हैं, अर्थात् भारत के प्रमुख व्यापार समाचार पत्रों में से एक है; अर्थव्यवस्था, कंपनियों, इक्रास्टक्चर, अर्थव्यवस्था में रुझान, वित्त, स्टॉक,



लिए स्थानीय समाचारों की पूरी स्थिति प्रस्तुत करते हैं। मलयाली मनोरमा केरल में ही और केरल के बाहर छह अन्य के करीब 10 संस्करण हैं। इस प्रकार भारत में क्षेत्रीय पत्र अपने पाठकों के लिए स्थानीय समाचार प्रदान करने का लक्ष्य रखते हैं।

हाल ही के समय में भारत के कुछ प्रमुख समाचार पत्रों में टाइम्स ऑफ इंडिया, द स्टेट्समैन, द टेलीग्राफ, द इकोनॉमिक टाइम्स, इंडियन एक्सप्रेस और इतने पत्र हैं। द इकोनॉमिक टाइम्स भारत के प्रमुख व्यापार समाचार पत्रों में से एक है; अर्थव्यवस्था, कंपनियों, इक्रास्टक्चर, अर्थव्यवस्था में रुझान, वित्त, स्टॉक,

और पत्रिकाएं स्वतंत्र हैं और आम तौर पर निजी स्वामित्व वाली हैं लगभग 5,000 समाचार पत्र, उनमें से 150 प्रमुख प्रकाशन, लगभग 100 भाषाओं में दैनिक प्रकाशित होते हैं। भारत में 40,000 से अधिक पत्रिकाओं को भी प्रकाशित किया गया है। पत्रिकाएं विभिन्न विषयों के विशेषज्ञ हैं, लेकिन उनमें से अधिकांश सामान्य हित के विषयों से निपटते हैं। 1950 के दशक के दौरान देश में 214 दैनिक समाचार पत्र प्रकाशित किए गए थे। इनमें से 44 अंग्रेजी भाषाएं दैनिक थे जबकि शेष विभिन्न क्षेत्रीय भाषाओं में प्रकाशित किए गए थे। 1990 में 20 9 अंग्रेजी समाचार पत्रों के साथ यह संख्या बढ़कर 2,856 दैनिक समाचार पत्रों तक पहुंच गई। देश में प्रकाशित अखबारों की कुल संख्या 1 993 (3805 दैनिकों) द्वारा 35,595 समाचार पत्रों तक पहुंच गई। 2007 में देश में अखबारों की बिक्री में 11.22% की वृद्धि हुई है। 2007 तक, दुनिया के सर्वश्रेष्ठ बेचना अखबार दैनिकों में से 62 चीन, जापान और भारत जैसे देशों में प्रकाशित हुए। भारत ने 2007 के रूप में 99 मिलियन अखबार प्रतियों का सेवन किया, जिससे यह समाचार पत्रों के लिए दुनिया का दूसरा सबसे बड़ा बाजार बना। भारत में अखबारों ने लगभग देश में एक बड़ा उद्योग बनाया है यह दुनिया में 'भुगतान के लिए शीर्षक' की सबसे बड़ी संख्या प्रकाशित करता है 1997 में भारत में प्रकाशित अखबारों और पत्रिकाओं की कुल संख्या 41705 थी, जिसमें 4720 दैनिक समाचार पत्र और 14743 सप्ताह के दिनों में शामिल थे। हालांकि, पिछले एक दशक में भारत में समाचार मीडिया तेजी से बढ़त गया है सभी प्रमुख समाचार मीडिया आउटलेट में एक साथ समाचार वेबसाइट है। भारत में अखबार नया वर्ग पूरी तरह इंटरनेट आधारित है।

फिल्म समीक्षा

समाज को आईना दिखाती फिल्म 'हिंदी मीडियम'

तल्हाअब्बासी

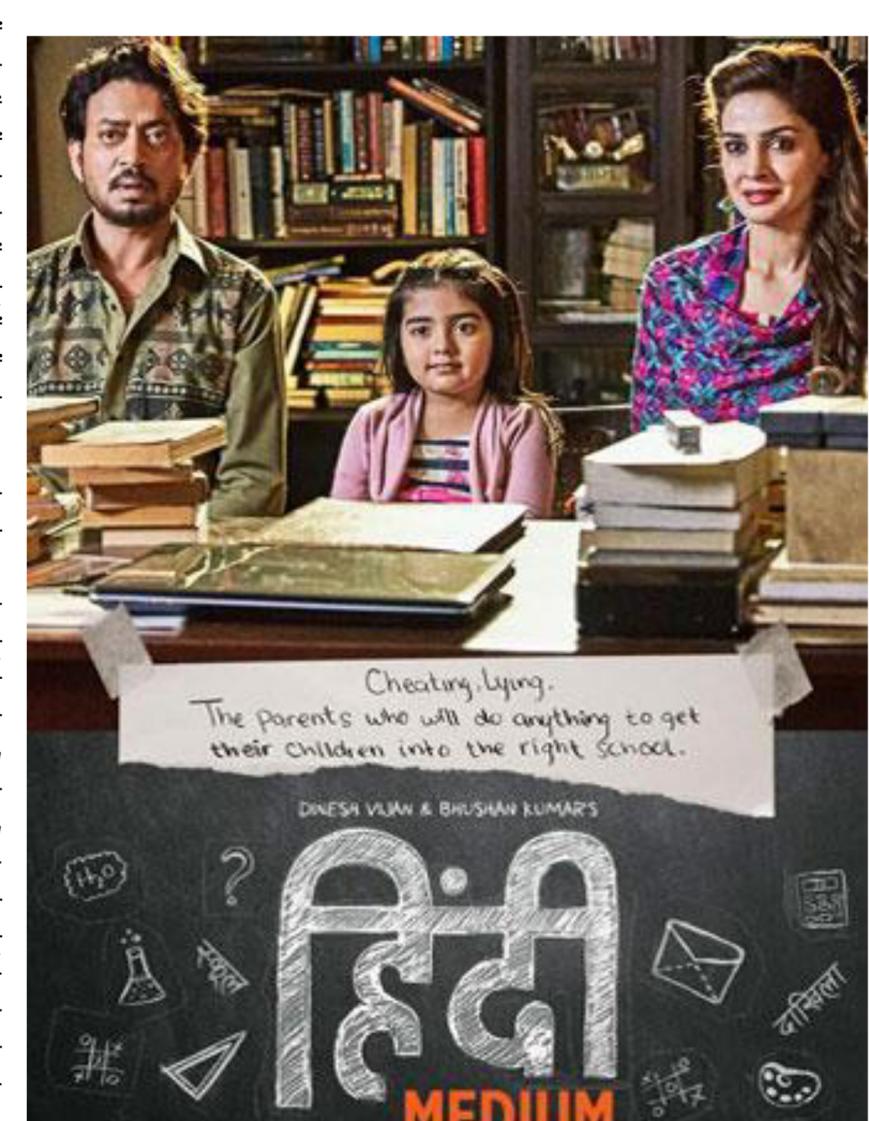
अवधि - 2 घंटे 11 मिनट

निर्देशक - साकेत चौधरी

कलाकार - इरफान खान, सबा कमर, स्वाति दास, अमृता सिंह और दीपक डोबरियाल

मूवी टाइप- ड्रामा

कहानी- फिल्म की कहानी चांदनी चौक बाजार में रेडीमेड गार्मेंट्स का शोरूम चलाने वाले पुरानी दिल्ली के राज बत्रा (इरफान खान) की है। राज सरकारी स्कूल में हिंदी मीडियम से पढ़ा हुआ है पर उसे टूटी-फूटी अंग्रेजी बोलनी भी आती है। वहीं, उसकी पत्नी मीता उर्फ मिट्टू (सबा कमर) की बात करें तो उसे अच्छी अंग्रेजी बोलनी आती है। मीता का बस एक ही सपना है कि उसकी इकलौती बेटी पिया बत्रा शहर के अच्छे अंग्रेजी मीडियम स्कूल में पढ़ाई करे। राज अपनी पत्नी को बहुत चाहता है और अपनी पत्नी के इस सपने को पूरा करने की कोशिश में लग जाता है। राज और मीता अपनी ओर से बहुत कोशिश करते हैं कि उनकी बेटी का दाखिला अंग्रेजी मीडियम स्कूल में हो जाए। अपने इस सपने को पूरा करने के लिए दोनों चांदनी चौक से दूर वसंत विहार रहने के लिए जाते हैं और कई स्कूलों में पूरी तैयारी के साथ इंटरव्यू देने जाते हैं। लैकिन उनकी सभी कोशिशें



साकेत चौधरी ने एक कसी ही ईकिंट पर पूरी ईमानदारी के साथ काम किया है। जहां ईकिंट काफी दमदार है वहीं, साकेत ने ऐसे मुद्रे पर बनी फिल्म में कई ऐसे हल्के सीन भी रखे जो दर्शकों को गुदगुदाने का काम करते हैं। दिल्ली की लोकेशन को साकेत ने अच्छे ढंग से पेश किया है। फिल्म में कई बेहतरीन वन लाइनर डाईलौग भी हैं। हालांकि इंटरव्यू के बाद फिल्म की रफ्तार भले ही कम हो जाती है लेकिन यह साकेत के शानदार निर्देशन का ही कमाल है कि उन्होंने फिल्म को कहीं भी बोरिंग नहीं होने दिया।

संगीत- अगर हम इस फिल्म के संगीत की बात करें तो इस फिल्म के रिलीज़ होने से हफ्तों पहले ही फिल्म के दो गाने सूट-सूट जिंदड़ी और इश्क तेरा तड़पावे निर्देशन हरी हाथों से दिए गए हैं। वहीं, डायरेक्टर साकेत की तारीफ करनी होगी कि उन्होंने इन गानों को ऐसी सिचुएशन पर डाला जहां यह कहानी में रुकावट नहीं बने और फिल्म के संगीत को दर्शकों ने काफी पसंद किया।

क्रिटिक रेटिंग - 3.5 स्टार